زیر سرپرستی:

یادگار خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ پوسٹ بکس نمبر:— 2074

جامع مسجد قدسیہ بالمقابل چڑیا گھر شاہراہ قائدِ اعظم لاہور پوسٹ کوڈ نمبر 54000

فون: 042-6370371، 041-6373310

ناشر: انجمن احیاء السنۃ (رجسٹرڈ) نفیر آباد، باغبانپورہ لاہور۔ پوسٹ کوڈ: 54920

فون: 042-6551774

نفس کا مقابلہ
کر نفس کا مقابلہ ہاں بار بار تو
سو مرتبہ بھی ہار کے ہمت نہ ہار تو
اس کو پچھاڑ کے بھی نہ پچھڑا ہوا سمجھ
ہر وقت اس پچیت سے رہ ہوشیار تو
مجذوب رحمۃ اللہ علیہ
۱ے چت گرا ہوا
۲ے دغا باز

طریق الصبر

محی السنہ حضرت مولانا شاہ **ابرار الحق** صاحب مدظلہ العالی

خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

ناشر:

انجمن

احیاء السنہ

(رجسٹرڈ)

نفیر آباد، باغبانپورہ، لاہور۔ پوسٹ کوڈ ۵۴۹۲۰

دعوۃ الحق سلسلہ اشاعت نمبر ۸۰

نام کتاب ــــــــــــ طریق الصبر

وعظ ــــ محی السنۃ حضرت اقدس مولٰنا شاہ ابرار الحق صاحب مدظلہ

مرتب ــــــــــــ محمد افضال الرحمٰن

خطاطی و تزئین ــــــــــــ محمد علی زاہد (لاہور)

ناشر ــــ انجمن احیاء السنّہ (رجسٹرڈ) لاہور، پاکستان

ملنے کے پتے
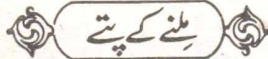
لٹریچر کی ترسیل بذریعہ ڈاک صرف ان پتوں سے ہوتی ہے۔

یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ لاہور

بالمقابل چڑیا گھر ○ شاہراہ قائد اعظم ○ لاہور

پوسٹ بکس نمبر: 2074 پوسٹ کوڈ نمبر: 54000 فون: 042-6373310

فیکس: 042-6370371

E-mail: khanqahlhr@hotmail.com

انجمن احیاء السنّہ (رجسٹرڈ) نفیر آباد ○ باغبانپورہ ○ لاہور پوسٹ کوڈ: 54920

فون: 6551774 -

نگران اشاعت ڈاکٹر **عبدالمقیم** خلیفہ مجاز: عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

رہائش 32 راجپوت بلاک، نفیر آباد، باغبانپورہ۔ لاہور فون: 042-6551774 -

Mobile:0300-9489624 E-mail: dramuqueem@yahoo.com

حسنِ ترتیب

باسمہ تعالیٰ

عرضِ مرتب

۲۳؍ ربیع الاوّل ۱۴۰۹ھ یوم یکشنبہ کو محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب مدظلہ بسلسلہ معائنہ مدارس دعوۃ الحق کاسگنج تشریف لے گئے۔ اس سے ۲۲ یوم قبل جناب عبدالماجد صاحب کاسگنجی کی اٹھارہ سالہ بچی کی اچانک رحلت ہوچکی تھی۔ از اتفاق یہ حادثہ گھر میں آنے والی ایک چھپکلی کے مارنے کے بعد طبیعت خراب ہونے سے پیش آیا۔ جس کی بنا پر لوگوں کے ذہنوں میں مختلف قسم کے خیالات آرہے تھے۔ واقعہ چوں کہ تازہ تھا، پوری صورت حال حضرت والا مدظلہ کے علم میں آئی، تو آپ نے ایسے موقع پر از راہ حق اسلامی جو تعزیتی کلمات ارشاد فرمائے۔ ان کو ان کے اصل الفاظ میں کچھ نئے ضروری اور قیمتی مواد کے ساتھ مع حوالہ کتب مرتب کر کے حضرتِ والا مدظلہ کی نظر ثانی کے بعد پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

اس موقعہ پر عزیز گرامی مولوی عبید حسن صاحب لکھیم پوری کے ممنون ہیں کہ اُن کے تعاون سے یہ وعظ ہم کو حاصل ہُوا۔

حق تعالےٰ اس کو شرف قبولیت سے نوازے اور پوری اُمّتِ مسلمہ کو حضرت والا دامت برکاتہم کے فیوض سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

محمد افضال الرحمٰن

اشرف المدارس ہردوئی، یوپی

۱۰ محرم الحرام سنہ ۱۴۱۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی وَکُلٌّ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ (بخاری صفحہ ۱۷۱ جلد ۱)

یقیناً اللہ ہی کا ہے جو کچھ اس نے لے لیا اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ اس نے دیا۔ اس کے یہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے پس چاہیے کہ صبر کرے اور ثواب کی امید رکھے۔

حضرات! اس وقت جو حدیث پاک پڑھی گئی ہے۔ اس میں تعزیت کا طریقہ بتلایا گیا ہے۔

آپ کی ذات گرامی نمونہ ہے

اس کو بیان کرنے سے پہلے بات بطور تمہید کے عرض کر دوں وہ یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی نمونہ ہے۔ فرمایا گیا۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (پ ۲۱ ع ۱۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تمہارے لیے نمونہ بنا کر بھیجی گئی ہے۔ آپؐ کی زندگی ہر ایک کے لیے نمونہ ہے، ہر ایک کے لیے آپؐ کی زندگی میں ہدایت ہے جس معاملے کے سلسلے میں ہدایت چاہو، اس کے متعلق پوری رہنمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں ملے گی، اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مجھے فلاں معاملہ میں رہنمائی نہیں ملی تو یہ اس کی لاعلمی اور ناواقفیت ہے، ورنہ اس کا جواب ضرور ہے۔ جو کہ جاننے والوں سے پوچھ کر معلوم ہو سکتا ہے۔

مزاج پرسی حق مسلم ہے

اب جب کہ آپؐ کی حیات مبارکہ میں ہر موقعہ اور ہر محل کے لیے ہدایت موجود ہے تو سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بیمار ہو جائے یا کسی کی رحلت ہو جائے تو اس وقت کے لیے کیا حکم ہے؟ تو اس سلسلہ میں فرمایا گیا: عُودُوا الْمَرِيضَ (رواہ البخاری، مشکوۃ جلد ا) مریض کی عیادت کرو۔ بلکہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر جو حقوق ہیں، انہیں میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ اگر کوئی بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت اور مزاج پرسی کیجائے حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ۔ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں ان میں ایک حق ہے عِيَادَةُ الْمَرِيضِ۔ (متفق علیہ۔ مشکوۃ۔ صفحہ ۱۳۳ جلد ا)

مریض کی عیادت کرنا یہ بھی مسلمان کا حق ہے کہ اگر کوئی دوسرا اس کی دیکھ بھال کرنے والا ہو تو اس وقت عیادت مسنون ہے اور اگر کوئی دوسرا نہ ہو تو پھر ایسی صورت

میں واجب ہے۔

عِیَادَۃُ الْمَرِیْضِ فَسُنَّۃٌ اِذَا کَانَ لَہٗ مُتَعَھِّدٌ وَاِلَّا فَوَاجِبٌ

اگر مریض کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی ہو تو ایسی صورت میں عیادت مسنون ہے ورنہ واجب ہے۔ (مرقات جلد ۳ صفحہ ۳۴۷)

اور مزاج پرسی کے وقت مریض کے پاس سات مرتبہ یہ دُعا پڑھے:

اَسْئَلُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَکَ

میں سوال کرتا ہوں اللہ سے جو بڑا ہے اور عرش عظیم کا رب ہے کہ تجھے شفا دے۔ (ترجمہ)

اس دُعا کی برکت یہ ہے کہ، اِلَّا شَفٰی اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ قَدْ حَضَرَ اَجَلُہٗ

جس مریض کی موت نہ آئی ہو تو اس دُعا کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ ضرور شفا دیں گے۔ (ابو داوٗد، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ)

عیادت کی فضیلت

مریض کی عیادت کے لیے کسی دن یا وقت کی تخصیص نہیں ہے۔ بلکہ حسبِ ضرورت جب موقعہ ہو عیادت کرنا چاہیے۔ اس کی بڑی فضیلت اور بڑا اجر ہے حدیث شریف ہے

مَا مِنْ مُّسْلِمٍ یَّعُوْدُ مُسْلِمًا غُدْوَۃً اِلَّا صَلّٰی عَلَیْہِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ حَتّٰی یُمْسِیَ۔ وَاِنْ عَادَہٗ عَشِیَّۃً اِلَّا صَلّٰی عَلَیْہِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ حَتّٰی یُصْبِحَ وَکَانَ لَہٗ خَرِیْفٌ فِی الْجَنَّۃِ

ایک مسلمان دُوسرے مسلمان کی عیادت صبح کرے تو شام تک اس کے لیے ستّر ہزار فرشتے دُعا کرتے ہیں اور اگر شام کو عیادت کرے تو صبح تک اسی طرح ستّر ہزار فرشتے اس کے لیے دُعا کرتے ہیں اور اس کے لیے جنت

میں ایک باغ ہوگا۔ (راوہ الترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۱۳۵ جلد ۱)

مریض کی دُعا کی اہمیّت

یہ بھی ہدایت ہے کہ جب مریض کی مزاج پُرسی کے لیے جاؤ تو اس سے کہو کہ آپ میرے لیے دُعا کریں - کیوں کہ مریض کی دُعا فرشتوں کی دُعا سے مشابہ ہوتی ہے۔

چناں چہ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا دَخَلْتَ عَلٰی مَرِیْضٍ فَمُرْہُ یَدْعُوْلَكَ فَاِنَّ دُعَاءَہٗ كَدُعَاءِ الْمَلٰٓئِكَةِ ۔ (راوہ ابن ماجہ، مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۱۳۸)

جب تم مریض کی عیادت کے لیے جاؤ تو اس سے کہو کہ تمہارے لیے دُعا کرے کیوں کہ اس کی دُعا فرشتوں کی دُعا کی طرح ہوتی ہے۔ (ترجمہ)

آج کل ہم لوگوں سے یہ سُنّت چھوٹ گئی ہے کہ مریضوں سے جا کر دُعا کی درخواست نہیں کرتے۔

تعزیت کا حکم اور اس کے حُدود

اب تک جو کچھ عرض کیا گیا، اس کا تعلق اس وقت سے ہے کہ جب کوئی بیمار ہو جائے تو ایسے موقعہ پر کیا کرنا چاہیے؟

اب رہ گیا رحلت کا معاملہ کہ کسی کا انتقال ہو جائے تو کیا کرنا چاہیے؟ ایسے موقعہ پر ایک حق یہ بھی ہے کہ اس کے پسماندگان اور متعلقین کو تسکین و تسلی دینا، صبر کی تلقین کرنا، اس کے دل پر جو زخم لگا ہے اس پر مرہم لگانا اور اس کی تعزیت کرنا یہ بھی حقِ مسلم ہے اس کے بھی شریعت نے حدود بتلائے ہیں کہ تعزیت تین

دن تک ہے وہ بھی ایک مرتبہ، اس کے بعد مکروہ ہے۔ یہ حکم تو اس وقت کا ہے جب کہ عذر نہ ہو۔ عذر کی صورت میں تین دن کے بعد بھی تعزیت کی گنجائش ہے

بِتَعْزِيَةِ اَهْلِهٖ وَتَرْغِيْبِهِمْ فِى الصَّبْرِ وَبِالْجُلُوْسِ لَهَا فِى الْغَيْرِ مَسْجِدٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَّاَوَّلُهَا اَفْضَلُهَا، تُكْرَهُ بَعْدَهَا اِلَّا الْغَائِبُ اَىْ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ الْمُعَزِّىْ اَوِالْمُعَزّٰى غَائِبًا فَلَا بَأْسَ بِهَا، "جَوْهَرَه" وَتُكْرَهُ التَّعْزِيَةُ ثَانِيًا (شامی جلد ا صفحہ ۶۰۴)

میت کے متعلقین کی تعزیت اور ان کو صبر کی ترغیب دینے کے لیے تین دن تک میں ایک بار جانا مستحب ہے۔ اس کے لیے مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ بیٹھے۔ پہلا دن تعزیت کے لیے افضل ہے۔ تین دن کے بعد تعزیت کرنا مکروہ ہے۔ لیکن اگر تعزیت کرنے والا یا جن سے تعزیت کرنا ہے وہ موجود نہ ہو تو اس صورت میں تین دن کے بعد بھی تعزیت کی جا سکتی ہے۔ ایک مرتبہ کے بعد دوبارہ تعزیت کرنا مکروہ ہے۔ (ترجمہ)

تعزیت کے مسنون کلمات

جہاں یہ حکم دیا گیا ہے وہاں اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ تعزیت کس طرح کی جائے۔ اس کا طریقہ بھی بتلا دیا گیا ہے۔ دیکھیے کتنی بڑی آسانی کر دی گئی ہے۔ ایک تو ڈاکٹر کہے کہ مرہم لو لگاؤ اور ایک یہ کہ اس طرح لگاؤ تو فرق ہو گیا کہ نہیں؟ ایک یہ کہ تعزیت کرو۔ ایک یہ کہ یوں تعزیت کرو۔

چناں چہ جو ارشاد پاک پڑھا گیا ہے اس میں اس بات کو بتلایا گیا اس کی تفصیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بچے کی طبیعت خراب ہوئی۔ جب اس کی حالت نازک ہوئی اور

نزع کے آثار ظاہر ہوئے تو اُنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہلا بھیجا : اِنَّ ابنًا لِی قُبِضَ فَأتِنَا ۔ ”میرا بیٹا نزع کی حالت میں ہے، آپ تشریف لائیں“۔ تو آپؐ نے کہلا بھیجا کہ میرا سلام کہنا اور یہ کہنا :

اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعطٰی وَکُلٌّ عِندَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی فَلتَصبِر وَلتَحتَسِب ۔ (متفق علیہ ۔ مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۱۵۰)

یقیناً اللہ ہی کا ہے جو کچھ اس نے لے لیا اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ اس نے دیا اور اس کے یہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے، پس تمہیں صبر کرنا چاہیے اور ثواب کی اُمید رکھنا چاہیے۔

اس سے معلوم ہُوا کہ جب کسی کی تعزیت کی جائے تو پہلے سلام کیا جائے۔ پھر تعزیتی کلمات کہے جائیں۔

فَاِذَا عُزِّیَ اَحَدٌ یُّسَلِّمُ (مرقات جلد ۴، صفحہ ۸۵)

جب کسی کی تعزیت کی جائے تو سلام کرے۔

صدمہ کے اسباب کیا ہیں؟

صدمہ ہُوا کرتا ہے دو باتوں کی وجہ سے، ایک تو یہ کہ ہماری چیز گئی اس وجہ سے صدمہ ہوتا ہے۔ اسی لیے کسی کی کوئی چیز ٹوٹ جائے، چوری ہو جائے تو تکلیف ہوتی ہے۔ یوں تو چوریوں کی خبریں سنتے رہتے ہیں اخبار میں پڑھتے ہیں۔ اس پر کوئی صدمہ نہیں ہوتا۔ کیوں کہ ہم سے تعلق والی چیز ہو یا ہماری چیز ہو تو صدمہ ہوتا ہے، تو صدمہ کی ایک وجہ تو یہ ہُوئی کہ جانے والی چیز ہماری ہے۔

دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ جانے والی چیز ہمیشہ کے لیے گئی۔ اس وجہ

سے بھی صدمہ ہوتا ہے۔ گھڑی بگڑ گئی ہے چلتی نہیں ہے۔ اس کو گھڑی ساز کے یہاں لے گئے۔ اس نے کہا کہ ایک مہینہ کے بعد ملے گی۔ تو گھڑی ہمارے پاس سے گئی مگر صدمہ نہیں ہو رہا ہے۔ کیوں کہ عارضی طور پر جا رہی ہے۔ لوٹ کے آ جائے گی معلوم ہُوا کہ غم کی دو وجہیں ہوتی ہیں۔ جب یہ دونوں چیزیں ہوتی ہیں تو صدمہ ہوتا ہے۔

حقیقی مالک اللہ ہے اور اس کا تقاضا

اس لیے اس میں اس کا علاج بتلایا گیا، وہ یہ کہ جو چیز ہے وہ ہماری نہیں ہے اور ہم غلطی سے اس کو اپنی سمجھ رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ غلطی کی بات ہے۔ پریشانی اور غم کا مدار اسی پر ہے کہ ہم نے جانے والی چیز کو اپنی چیز سمجھا۔ حالاں کہ تمام چیزوں کا خالق و مالک اللہ ہے۔ فرمایا گیا کہ:

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ (پ ۴، ع ۱۰)

زمین و آسمان اور اس میں جتنی چیزیں ہیں اس کا مالک اللہ ہے۔

جب ساری چیزوں کا مالک اللہ ہے تو اب ہمارے پاس جو چیزیں ہیں وہ یا بطور امانت کے ہیں یا بطور عاریت کے ہیں۔ ہم اس کے مالک نہیں ہیں۔ یہ تو ایک مقدمہ ہے اس کے ساتھ دوسرا مقدمہ یہ بھی ملا لیجیے کہ مالک کو حق ہے کہ جب چاہے اپنی چیز لے لے۔ تو اگر مالک اپنی چیز لیتا ہے تو ہم کو اس پر کوئی اعتراض کا حق نہیں ہے۔ بلکہ اس کو دینا چاہیے۔

واپسئ امانت پر بے صبری مناسب نہیں

اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک صاحب حج کو جا

رہے ہیں۔ انہوں نے اپنا مکان، ایر کنڈیشنڈ کار وغیرہ سب اپنے ایک دوست کے حوالے کر دیا۔ یہ کہہ کر کہ میں دو مہینہ میں آجاؤں گا۔ آپ ان سب کی دیکھ بھال کیجیے۔ اب وہ صاحب معہ بیوی بچّوں کے راحت و آرام کے ساتھ مکان میں رہنے لگے اور کار وغیرہ کا استعمال کرنے لگے، اتفاق سے وہ صاحب تو گئے تھے حج کے ارادہ سے، لیکن ان کو وہاں ملازمت مل گئی جس میں پانچ برس لگ گئے۔ اب پانچ برس کے بعد وہ صاحب اپنے دوست کو لکھتے ہیں کہ ہم آرہے ہیں مکان خالی کر دیجیے۔ تو مکان خالی کرنے میں وہ آرام و راحت اور سہولت جو حاصل تھی وہ سب ختم ہو جائے گی۔ اس پر تکلیف بھی ہو گی۔ لیکن ان ساری باتوں کے باوجود ہنسی خوشی خالی کریں گے تو بظاہر تکلیف ہو رہی ہے۔ لیکن اس موقعہ پر یہ بات بھی تو قابلِ شکر ہے کہ پانچ سال تک اس سے نفع اور فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملا اگر دو ہی مہینہ میں وہ حج کر کے آجاتے تو بھی خالی کرنا پڑتا۔

لہٰذا کوئی نعمت ہم کو ملی ہے۔ اگر اس میں کمی آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو لے لیتے ہیں۔ تو اس کو صبر و ضبط کے ساتھ بلکہ خوشی کے ساتھ واپس کرے اور شکر کرے کہ اس نعمت کو پانچ، دس سال پہلے بھی لے سکتے تھے۔ مگر اتنے دنوں کے بعد لیا ہے جس سے اتنے دنوں تک نفع اٹھایا یہ اُن کا کرم ہے اسی کو فرمایا:

اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی وَکُلٌّ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی۔

یقیناً اللہ ہی کا ہے جو اس نے لے لیا اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ اس نے دیا اور اس کے یہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے۔

مشہور محدث حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِی اَرَادَ اللّٰہُ اَنْ یَّأْخُذَہٗ ھُوَالَّذِیْ کَانَ اَعْطَائَہٗ فَاِنْ اَخَذَہٗ اَخَذَ مَا ھُوَ لَہٗ فَلَا یَنْبَغِیْ الْجَزَعُ لِاَنَّ مَنْ یَّسْتَوْدِعُ الْاَمَانَۃَ لَا یَنْبَغِیْ لَہُ الْجَزَعُ اِذَا اُسْتُعِیْدَتْ (مرقات جلد ۴ صفحہ ۸۵)

جس شخص کی موت کا حق تعالےٰ نے فیصلہ فرمایا تو وہ اسی کی عطا کردہ ہے لہٰذا اگر وہ لے رہا ہے تو اپنی ہی دی ہوئی چیز کو لے رہا ہے اس بناء پر جزع مناسب نہیں ہے۔ کیوں کہ اگر کوئی شخص اپنی رکھائی ہوئی امانت کو واپس لے تو اس پر جزع و فزع مناسب نہیں ہوتا۔

دربار رسالت سے تعزیتی مکتوب

اس موقعہ پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ کی وفات پر جو تعزیتی مکتوب روانہ فرمایا اس کا بھی ذکر کر دیا جائے کہ اس میں اسی مضمون کو تشریح و تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے تو گویا کلام نبوت کی تشریح خود کلام نبوت سے ہوگی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ اِلٰی مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ سَلَامٌ عَلَیْکَ فَاِنِّیْ اَحْمَدُ اِلَیْکَ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَمَّا بَعْدُ۔ فَاَعْظَمَ اللّٰہُ لَکَ الْاَجْرَ وَاَلْھَمَکَ الصَّبْرَ وَرَزَقَنَا وَاِیَّاکَ الشُّکْرَ فَاِنَّ اَنْفُسَنَا وَاَمْوَالَنَا وَاَھْلِیْنَا وَاَوْلَادَنَا مِنْ مَّوَاھِبِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ الْھَنِیَّۃِ وَعَوَارِیْہِ الْمُسْتَوْدَعَۃِ یُمَتِّعُ بِھَا اِلٰی اَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ وَّ یَقْبِضُھَا لِوَقْتٍ مَّعْلُوْمٍ ثُمَّ افْتَرَضَ عَلَیْنَا الشُّکْرَ اِذَا اَعْطٰی وَالصَّبْرَ اِذَا ابْتَلٰی فَکَانَ اِبْنُکَ مِنْ مَّوَاھِبِ

اللهِ الْهَنِيئَةَ وَعَوَارِيهِ الْمُسْتَوْدَعَةَ مَتَّعَكَ فِي غِبْطَةٍ وَّسُرُوْرٍ وَ قَبَضَهُ مِنْكَ بِاَجْرٍ كَثِيْرٍ الصَّلٰوةَ وَالرَّحْمَةَ وَالْهُدٰى اِنِ احْتَسَبْتَ فَاصْبِرْ وَلَا يُحْبِطُ جَزَعُكَ اَجْرَكَ فَتَنْدَمِ، وَاعْلَمْ اَنَّ الْجَزَعَ لَا يَرُدُّ شَيْئًا وَّلَا يَدْفَعُ حَزَنًا وَّمَا هُوَ نَازِلٌ فَكَانَ قَدْ وَالسَّلَامُ۔ (مرقات جلد ۴ صفحہ ۸۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے معاذ بن جبل رضؓ کی طرف۔ تم خوش رہو، میں تمہارے سامنے اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اما بعد! اللہ تعالےٰ تمہیں اجر عظیم اور صبر جمیل عطا فرمائے اور ہمیں تمہیں اپنے شکر کی توفیق عطا فرمائے۔ اس لیے کہ ہماری جانیں اور ہمارا مال اور ہماری بیویاں اور ہماری اولاد اللہ عزوجل کی مبارک اور عمدہ بخشش ہیں اور عاریت رکھی ہوئی چیزیں ہیں، جن سے ایک مدت معینہ تک فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے اور وہ ایک مقررہ وقت پر انہیں اٹھا لیا جاتا ہے۔ پھر جب وہ عطا کرے تو ہم پر اس کا شکر فرض ہے اور جب آزمائش میں ڈالے تو صبر فرض ہے تمہارا لڑکا اللہ کی عمدہ بخشش اور اس کی امانت تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے دُنیا کے لیے قابل رشک اور تمہارے لیے قابل مسرت بنا کر تمہیں اس سے بہرہ ور کیا (جب اس نے چاہا) تمہارے پاس سے زیادہ اجر و ثواب اور رحمت و ہدایت کے بدلہ اسے اُٹھا لیا۔ اگر تم ثواب چاہتے ہو تو صبر کرو کہیں تمہارا جزع فزع کرنا تمہارا ثواب نہ کھو دے، پھر پشیمان ہو اور یہ بات

جان لو کہ بے صبری سے نہ تو کوئی چیز لوٹ کر آتی ہے اور نہ غم دور ہوتا ہے اور جو کچھ پیش آئے اس کو ٹھیک تقدیر الٰہی کا فیصلہ سمجھو۔

تو ایسے موقع پر صبر و ضبط سے کام لینا چاہیے اور اللہ تعالےٰ کے فیصلہ پر راضی رہنا چاہیے۔

مومن کی شان کیا ہے؟

قرآن پاک میں بھی مومن کی شان یہی بیان کر کے ان کے اس طرز عمل پر ان کو خصوصی رحمت و برکت کی خوش خبری دی گئی ہے فرمایا گیا، وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ (پ ۲ ع ۳) ایسے صبر کرنے والوں کو خوش خبری سُنا دیجیے کہ جن کی عادت یہ ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ دل سے سمجھ کر یوں کہتے ہیں کہ ہم تو حقیقتاً اللہ ہی کی مِلک ہیں اور ہم سب اللہ ہی کے پاس جانے والے ہیں۔

حکم ہے کہ غم اور مصیبت کے وقت اس مضمون کا استحضار کر کے اسکو پڑھنا چاہیے۔

استرجاع کی حقیقت

حضرت والا حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں نے اس کو محض وظیفہ بنا لیا ہے جیسے اور وظیفے ہوتے ہیں۔ تسخیر جن اور حُب وغیرہ کے یعنی محض زبان اور ہونٹوں تک اس کا اثر رہتا ہے۔ دل سے بالکل اس کے مضمون کو نہیں سوچتے تو اس کی ایسی مثال ہوئی جیسے کسی نے سُنا تھا کہ گل بنفشہ زکام کے لیے مفید ہے۔ اس نے گل بنفشہ پکا کر ہونٹوں سے لگا لیا۔ تو بتلایئے اس سے زکام کیونکر جاتا رہے گا۔ اسی طرح ہماری پریشانی کیونکر دُور ہو؟ جب ہم نے اِنَّا لِلّٰہِ کو ہونٹوں

سے لگا رکھا ہے ارے بھائی اس کو دل کے اندر اتارو۔ پھر دیکھو پریشانی کہاں جاتی ہے۔ اگر ہم اس کلمہ کو تصوّر معنی کے ساتھ پڑھا کریں تو پریشانی پاس نہیں آسکتی۔

چناں چہ اس میں اوّل تعلیم یہ کی گئی ہے کہ اِنَّا لِلّٰہِ کا استحضار رکھو کہ ہم اور ہماری تمام چیزیں حق تعالےٰ کی مِلک ہیں اور مالک کو مملوک میں ہر قسم کے تصرف کا اختیار ہے دوسروں کو کسی کی مِلک میں کسی تجویز کا حق نہیں اس میں ہماری تجویز کو قطع کیا گیا ہے۔ تم اپنی طرف سے کوئی خاص حالت اور خاص صورت اپنے لیے یا اپنے متعلقین وغیرہ کے لیے تجویز نہ کرو۔ کیوں کہ تم سب خدا کی مِلک ہو اور تجویز کا حق مالک کو ہے تم کو نہیں اور یاد رکھیے پریشانی کا مدار یہی تجویز ہے۔ غرض اِنَّا لِلّٰہِ میں تجویز کو رد کیا گیا ہے مگر چوں کہ بعض کو ابتداءً اس پر قدرت تام نہیں ہوتی۔ تو انکے لیے اِنَّا لِلّٰہِ کیساتھ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کی بھی تعلیم ہے کہ کسی کی مفارقت سے غم نہ کرو۔ کیوں کہ تم بھی ایک دن وہیں پہنچو گے جہاں وہ گیا ہے۔ اس میں تسلی عام اور تام ہوجاتی ہے۔ (علاج الحرص مختصراً صفحہ ۴۵)

غمِ مفارقت برداشت کرنا کب آسان ہوجاتا ہے

اور مفارقت کے بعد

ملاقات کی تسلی سے جُدائی کے غم کو برداشت کرلیا جاتا ہے اور یہ ہماری زندگی کا معمول ہے۔ وہ اس طرح پر کہ جس وقت نکاح کرکے ہم بچّی کو رخصت کرتے ہیں تو اس وقت ماں باپ کا دل روتا ہے کہ نہیں؟ آنکھیں بھی روتی ہیں کہ نہیں؟ اوروں کو بھی اثر ہوتا ہے۔ اس غم کو برداشت کرلیا جاتا ہے۔ بلکہ اس غم کا نام شادی رکھا گیا ہے کیوں؟ جُدائی تو ہو رہی ہے جس سے غم ہے لیکن عارضی طور پر جُدائی ہو رہی

ہے ہمیشہ کے لیے نہیں ہو رہی ہے تھوڑے دنوں میں آجائے گی تو اس سے غمِ مفارقت نہیں رہتا۔

وطن اصلی اور اس کا اسٹیشن و گاڑی کیا ہے؟

اسی طرح ہم سب کا اصل گھر جنّت ہے جو دنیا سے جاتا ہے وہ اصلی گھر جاتا ہے۔ ہمارے یہاں طلباء کو بتلایا جاتا ہے اور یاد بھی کرایا جاتا ہے کہ تمہارا وطن کہاں ہے؟ تو کہتے ہیں کہ وطن اصلی جنت ہے اور عارضی وطن فلاں جگہ ہے (جہاں کے رہنے والے ہوتے ہیں اس کا نام لیتے ہیں) اس وطن اصلی کا اسٹیشن کیا ہے؟ تو کہتے ہیں کہ قبرستان، اس عنوان سے اب قبرستان سے وحشت نہیں رہے گی۔ کیوں کہ وطن کو جانے کا وہ اسٹیشن ہے، وطن کا سفر کس گاڑی میں ہوگا؟ تو کہتے ہیں کہ قبر کے سلیپر میں لیٹ کر جس طرح ریلوں میں ریزرویشن کرا کر لیٹ کر سفر ہوتا ہے وطن کا سفر آسان کیسے ہوگا؟ علم دین سے اور طے کیسے ہوگا عمل کرنے سے اس سے طبعی طور پر صبر آجائے گا۔

استرجاع کا فائدہ اور اس اُمّت کی خصوصیت

اور اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نعم البدل عطا فرمائیں گے۔ چناں چہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔

مَنِ اسْتَرْجَعَ عِنْدَ الْمُصِیبَةِ جَبَرَ اللّٰہُ مُصِیبَتَہٗ وَاَحْسَنَ عُقْبَاہُ وَجَعَلَ لَہٗ خَلَفًا صَالِحًا یَرْضَاہُ۔ (روح المعانی صفحہ ۲۳ جلد ۲)

جس شخص نے مصیبت میں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اللہ تعالیٰ

اس کی مصیبت کے نقصان کی تلافی فرماتے ہیں اور اس کی آخرت کو اچھا کر دیں گے۔ اور اس کو ایسا نعم البدل عطا فرمائیں گے جس سے وہ خوش ہو جائے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام ہے جو اُمّتِ مسلمہ کو عطا ہُوا ہے اس سے پہلے انبیاء کرام اور ان کی امتوں کو یہ نہیں عطا کیا۔

اُعطِیت ھٰذِہِ الاُمَّۃُ عِندَ المُصِیبَۃِ شَیئًا لَّم تُعطَہُ الاَنبِیاءَ قَبلَھُم اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ وَلَو اُعطِیَھَا الاَنبِیَاءَ قَبلَھُم لَاُعطِیَھَا یَعقُوبُ اِذ یَقُولُ یَا اَسَفَا عَلٰی یُوسُفَ (روح المعانی)

اس امت کو ایسی چیز مصیبت کے وقت دی گئی ہے جو گذشتہ انبیاء کرام کو نہیں دی گئی وہ ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ۔ اگر کسی کو استرجاع دیا جاتا تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیا جاتا، جس وقت کہ انہوں نے اپنے بیٹے کی جُدائی میں فرمایا تھا۔ ہائے یوسف افسوس۔

مصیبت کے وقت انعاماتِ الٰہیہ پر نظر کرنی چاہیے۔

رنج اور غم کے ہلکا ہونے کا طریقہ ایک اور بھی ہے، وہ یہ کہ جب کسی کی رحلت ہو جائے تو یہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک امانت دی تھی اس کو لے لیا۔ اس کی بنا پر صدمہ ہے، غم ہے۔ لیکن جو نعمتیں اور امانتیں دے رکھی ہیں۔ اس طرف بھی تو نگاہ رکھے، جو اعزہ و اقربا، زندہ ہیں ذرا ان پر بھی تو نگاہ کرے ایک عزیز کی رحلت ہُوئی مگر پچاس تو زندہ ہیں ادھر بھی نگاہ کرے ایک شخص کے ایک دانت میں تکلیف ہے۔ وہ پریشان ہے۔ لیکن اس کو شکر کرنا چاہیے کہ اکتیس دانت

تو ٹھیک ہیں۔ تو اس سوچنے سے دانت کی تکلیف ہلکی معلوم ہونے لگے گی۔
بزرگوں نے فرمایا کہ کوئی تکلیف و پریشانی آئے تو یہ سوچو کہ سستے چھوٹ گئے
بڑی پریشانی نہیں آئی کسی کے سر میں درد ہے، بخار ہے، کھانسی ہے جس
سے تکلیف ہو رہی ہے۔ لیکن ایسے موقعہ پر یہ سوچے کہ شکر ہے پیشاب تو
بند نہیں ہوا، فالج کا اثر نہیں ہے، بینائی باقی ہے، نابینا نہیں ہوا اور اس سے
بھی بڑی چیز یہ ہے کہ دماغ صحیح ہے ورنہ کتے سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ دل کے
دورے نہیں پڑ رہے ہیں۔ تو اس سے بیماری ہلکی معلوم ہونے لگے گی۔ اصل
میں ہماری نگاہ بالکل اسی چیز کی طرف ہو جاتی ہے جو غم والی ہے اور تکلیف والی ہے
جس سے پریشانی اور بے صبری ہو جاتی ہے لیکن اگر اسی کے ساتھ جو چیزیں
نفع بخش ہیں، آرام دہ ہیں ان کو اور اللہ کی دیگر بہت سی نعمتوں کی طرف نظر کی
جائے تو پھر ان شاء اللہ تعالٰے وہ غم ہلکا ہو جائے گا۔

عقائد عشرہ اور اُن کا فائدہ

ایک اور چیز ہے کہ جب تک انسان
دُنیا میں ہے اس وقت تک تو کسی نہ
کسی طرح غم اور پریشانی ضرور لاحق ہوتی رہے گی۔ لہٰذا اس کی کوشش کرنا کہ کسی قسم
کے رنج و صدمہ کی بات پیش ہی نہ آئے، تو یہ کوشش بے کار ہے۔

البتہ اس طرح کے معاملات سے جو اثرات ہوتے ہیں ان سے حفاظت
کے لیے ایک بڑی عمدہ تدبیر ہے جو ہم سب کے پاس ہے صرف توجہ اور فکر
کی ضرورت ہے اور وہ عقائد ہیں جو کہ اللہ کے ناموں میں سے بھی ہیں جن کو ذہن
میں اچھی طریقے سے مستحضر کر لیا جائے تو ان شاء اللہ العزیز پریشانیاں بہت کم

ہو جائیں گی جس طرح جمع کردہ مال سے ضرورت پر انسان نفع اٹھاتا ہے اسی طرح عقائد ہمارا خاص سرمایہ ہے۔ پریشان کُن واقعات میں ان سے بہت مدد ملتی ہے اور وہ عقائد ہمارے علم میں ہیں اور بہت سہل بھی ہیں۔

۱، رب العالمین ہے، سارے جہان کا پالنے والا ہے۔ ۲، رحمٰن ہے بڑا مہربان ہے۔ ۳، رحیم ہے انتہائی رحم کرنے والا ہے۔ ۴، مالک بھی ہے ۵، قادر بھی ہے۔ ۶، کریم بھی ہے جو از خود نعمتیں دیتا رہتا ہے۔ ۷، پھر ناصر بھی ہے۔ ۸، ولی بھی ہے۔ ۹، حاکم بھی ہے۔ ۱۰، حکیم بھی ہے، اس کا ہر کام حکمت اور مصلحت سے ہوتا ہے۔

یہ دس عقائد اور اللہ کے نام ہیں۔ ان میں سے صرف اگر دو کو ہی پیشِ نظر رکھا جائے تو کافی ہے۔ اوّل یہ کہ اللہ تعالےٰ حاکم ہے جو کچھ ہوتا ہے اسکے حکم سے ہوتا ہے۔ بغیر اس کے حکم کے ذرّہ بھی نہیں ہل سکتا ہے۔ دوم یہ کہ اللہ تعالےٰ حکیم بھی ہے، اُن کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا ہے۔ اس میں ضرور مصلحتیں ہوتی ہیں جن کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ اب جب کوئی ناگوار واقعہ پیش آئے، کسی کے عزیز یا کسی کی بچّی کو اس عالم میں بلا لیا گیا تو یہ سوچے کہ یہ اللہ کے حکم سے ہُوا۔ پھر یہ سوچے کہ اس میں ضرور کوئی مصلحت ہے گو ہم کو علم نہ ہو اس سے ان شاء اللہ تعالےٰ دلی پریشانی نہ ہو گی۔ ماں باپ بھی بعض دفعہ بچّی کی ٹانگ کٹوا دیتے ہیں۔ کڑوی دوا کھلاتے ہیں بچّے کو۔ حالاں کہ بچے روتے چلّاتے ہیں، اُن کو تکلیف بھی ہوتی ہے۔ مگر ایسا اس لیے کرتے ہیں، کہ اسی میں ان کی خیر خواہی ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کے لیے سمجھے کہ اس کا ہر کام

حکمت اور مصلحت سے ہوتا ہے۔

حاکم بھی ہے تو حکیم بھی ہے

اور اللہ تعالیٰ مالک بھی ہے مالک کو حق ہوتا ہے ہر طریقہ کا تصرف کرنے کا۔ ہم لوگوں نے بھی مکان بنا رکھا ہے۔ اس میں بیت الخلاء بھی ہے تو اب جس جگہ بیت الخلاء ہے وہ جگہ مالکِ مکان سے یہ کہے کہ صاحب ہم نے کیا قصور کیا تھا کہ ہم کو گندے کام کے لیے تجویز کیا ہے؟ تو ظاہر ہے کہ اس کا جواب یہی ہوگا کہ ہم مالک ہیں مالک کو حق ہے کہ جس جگہ جو چیز مناسب ہو وہ بنوائے۔ کسی کو اس پر اعتراض کا کیا حق ہے۔ حق تعالیٰ مالک ہیں اور مالک کو حق ہے کہ جس کو چاہے رکھے جس کو چاہے بلالے۔

مالک ہے جو چاہے کر تصرف کیا وجہ کسی بھی فکر کی ہے
بیٹھا ہوں میں مطمئن کہ یا رب حاکم بھی ہے تو حکیم بھی ہے

اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنے سے احتیاط چاہیے

اب یہ کہ بعض مرتبہ بعض بچوں کا کم عمری میں انتقال ہو جاتا ہے تو بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ارے بڑی بوڑھی بیٹھی ہیں۔ دادی بیٹھی ہیں، پوتی کا انتقال ہو گیا تو اس کہنے کا حاصل تو یہ ہوا کہ یہ جو کچھ ہوا ٹھیک نہیں ہوا۔ بلکہ ایسا ہونا چاہیے تھا یہ تو درحقیقت اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہوا، جو کہ نامناسب اور بے ادبی ہے۔ اس سے احتیاط کرنا چاہیے۔ اسی لیے فرمایا گیا: کُلٌّ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمّٰی اس کے یہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کسی کو بھیجا ہے اس کا ایک وقت

کر کے بھیجا ہے۔ نہ اس میں کمی ہو سکتی ہے، نہ زیادتی۔ نہ اس سے پہلے موت آسکتی ہے اور نہ اس سے بعد میں آسکتی ہے اسی کو قرآن پاک میں فرمایا گیا؛

اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ لَوْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (پ ۲۹ ع ۹)

یہیں پر آدمی بے بس ہے۔ انسان سارے کام کر سکتا ہے لیکن موت کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ نہ اپنی موت کو اور نہ دوسرے کی موت کو کیوں کہ ہر ایک کا وقت مقرر ہے۔

اصل معاملہ اللہ کے قبضہ میں ہے

یہ دنیا دار الاسباب ہے حکم ہے کہ بیمار ہو تو علاج کراؤ۔ یہ علاج اسباب کے درجے میں ہے۔ انسان کی تسلّی کے لیے ہے، ورنہ اصل معاملہ تو اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ آپ خود سوچیے کہ وہی بیماری اور وہی دوا، وہی ڈاکٹر، بیس دفعہ تو اس کے علاج سے اچھا ہو گیا۔ لیکن جب وقت آگیا تو اسی بیماری میں اسی ڈاکٹر کے اسی علاج سے کیوں نہیں اچھا ہوتا ؟ تو بات یہ ہے کہ ہر ایک کا وقت مقرر ہے۔ علاج وغیرہ پر مدار نہیں ہے۔ میں نے خود اخبار میں پڑھا تھا کہ ہندوستان کے وزیر اعظم جواہر لال نہرو کا جب علاج ہو رہا تھا، تو انہوں نے کہا تھا کہ میں ابھی نہیں مروں گا۔ ظاہر ہے کہ وزیر اعظم کے علاج میں کیا کمی ؟ اس کے علاج میں کیا کسر ہو گی ؟ مگر تیسرے دن اخبار میں آگیا کہ وزیر اعظم کا انتقال ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ جب موت آجاتی ہے تو پھر کسی کا بس نہیں چلتا انسان اپنی تسلی کے لیے بڑے بڑے ڈاکٹروں سے علاج کراتا ہے۔ مگر جب وقت آتا ہے تو دُنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔

جب قضا آتی ہے تو کوئی تدبیر کام نہیں آتی

حکیم جالینوس جب بیمار ہوا

اس کو دست آنے لگے تو اس کے پُرانے پُرانے شاگرد آئے اور اپنے اپنے طور پر دواؤں کے سلسلے میں مشورے دینے لگے کسی نے کہا۔ استاد آپ نے فلاں شخص کو یہ دَوا دی تھی اس کی دو ایک خوراک میں ہی دست رُک گئے تھے کسی نے کہا آپ نے فلاں شخص کو یہ دوا دی تھی اس کی ایک ہی دو خوراک میں اس کو نفع ہو گیا۔ غرض کسی نے کسی دوا کا مشورہ دیا، کسی نے کسی دوا کا۔ جالینوس سب کی بات سُنتا رہا، جب وہ لوگ اپنی بات کہہ چکے تو اس نے کہا۔ اچھا ٹھہرو، پھر حکم دیا کہ ایک مٹکا لاؤ۔ مٹکا آگیا۔ کہا کہ اس میں پانی بھر دو۔ پانی سے بھر دیا گیا۔ تو اس نے کہا کہ میرے سرہانے جو دوا کی پڑیا رکھی ہے وہ اس میں ڈال دو، چنانچہ اس میں ڈال دی گئی۔ اس کے بعد اس نے اپنے شاگردوں سے کہا۔ کہ تم سب ابھی جاؤ، چھ گھنٹے کے بعد آنا۔ جب وقت مقررہ آیا تو سب لوگ پھر آگئے۔ تو جالینوس نے کہا کہ اس مٹکے کو پھوڑ دو۔ اب سب ڈر گئے کہ اس میں پانی ہے کیسے پھوڑیں لیکن چوں کہ حکم تھا اس لیے اس کو پھوڑ دیا گیا۔ تو وہ سب پانی جم کر برف بن گیا تھا اس نے کہا کہ یہ اس دوا کی خاصیت ہے جس نے مٹکے بھر پانی کو جما دیا اور میں اس کی تقریباً دس خوراک کھا چکا ہوں۔ لیکن میرے دست بند نہیں ہوئے معلوم ہُوا کہ اب میرا وقت آگیا۔ اس لیے دوا کو حکم نہیں ہے کہ وہ فائدہ کرے۔ دوا کی تاثیر تو یہ ہے لیکن میرے اوپر اثر نہیں کر رہی ہے۔

اسی کے ساتھ دوسری طرف یہ معاملہ بھی ہے کہ دُنیا کے اندر بہت سے

لوگ جو علاج و معالجہ کرتے ہیں تو ٹھیک بھی ہو جاتے ہیں۔

ایک صاحب کا واقعہ ہے کہ ایک صاحب مریض ہو گئے اور اُن کی حالت تشویشناک ہو گئی تو انہیں کے متعلقین میں سے ایک صاحب پانی لائے اور کہنے لگے کہ بس پانی پڑھ دیجئے۔ اگر زندگی ہوئی تو جا کر پلا دیں گے ورنہ حالت ایسی نہیں تھی۔ ہم لوگ سانس گن رہے تھے یعنی یہ بھی امید نہ تھی کہ لوٹ کر جائیں گے تو وہ زندہ بھی ملیں گے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کا فضل و کرم ہوا کہ ان کو پڑھا ہوا پانی پلایا تو ہلکے ہلکے وہ صاحب ٹھیک ہو گئے۔ بات یہی ہے کہ ہر ایک کا وقت مقرر ہے۔ جب وہ وقت آجاتا ہے تو ساری تدبیریں اور علاج و معالجہ یہ سب اثر نہیں کرتے۔ بلکہ حق تعالےٰ کا فیصلہ ان سب پر غالب آجاتا ہے۔ اس لیے اس کے فیصلے پر راضی رہنا چاہیے۔

بدشگونی کی ابتداء کیسے ہوئی

کبھی کبھی بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ اس کے پیش آنے کی وجہ سے انسان اپنے طور پر ایک فیصلہ کر لیتا ہے حالاں کہ شریعت میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ مثلاً کسی کام سے ہم صبح گھر سے چلے راستے میں کتا مل گیا یا سیار مل گیا اور اس دن بھی وہ کام نہیں ہوا، لوٹ آئے۔ دوسرے دن پھر کام کے لیے گئے۔ پھر وہی جانور مل گیا اور اس دن بھی وہ کام نہیں ہوا، تو سمجھ لیا کہ یہ کتّا یا سیار جس دن مل جاتا ہے۔ اس دن کام نہیں ہوتا۔ اسی طریقہ سے شگونی بدشگونی چلنے لگی۔ حالاں کہ یہ تو ایک اتفاقی معاملہ ہے۔ کام کے ہونے یا نہ ہونے میں کتے یا سیار کے ملنے کا کوئی دخل نہیں ہے۔

کوئی چیز منحوس نہیں ہے

اسی طرح لوگوں میں مشہور ہے کہ اُلّو منحوس ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی لوگ اُلّو کو منحوس سمجھتے تھے۔ عرب میں صفر کے مہینے کو منحوس سمجھتے تھے۔ ہندوستان میں ۱۳ تاریخ کو منحوس سمجھتے ہیں۔ یہ سب غلط چیزیں ہیں حدیث میں ہے:

لَاهَامَّةَ وَلَاصَفَرَ ۔ رواہ البخاری (مشکوۃ صفحہ ۳۹۱، جلد ۲)

نہ اُلّو منحوس ہے اور نہ صفر کا مہینہ منحوس ہے۔ یہ سب دوسرے لوگوں کی باتیں ہیں

اسلام میں کوئی دن منحوس ہے اور نہ کوئی وقت منحوس ہے۔ ہاں جو چیز اللہ کی رحمت سے دُور کر دے اور اللہ کو ناراض کر دے اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز منحوس ہو سکتی ہے؟ حدیث میں ہے:

اِنْ كَانَ الشُّؤمُ فِی شَیْءٍ فَفِی الدَّارِ وَالْمَرْاَةِ وَالْفَرَسِ (مرقات صفحہ ۸ جلد ۹)

اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو گھر میں، عورت میں اور گھوڑے میں ہوتی۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اِنْ فُرِضَ وُجُوْدُهَا تَكُوْنُ فِی هٰذِهِ الثَّلَاثَةِ وَالْمَقْصُوْدُ مِنْهُ نَفْیُ الصِّحَّةِ الطِّيَرَةِ عَلٰی وَجْهِ الْمُبَالَغَةِ (مرقات صفحہ ۸ جلد ۹)

اگر نحوست اور بدفالی کا بالفرض وجود ہوتا تو ان تینوں میں ہوتا اور مقصود اس سے بطور مبالغہ کے اس کی صحت کا انکار کرنا ہے۔

تو لوگ لفظ، اگر، کو تو بھول گئے اور کہنے لگے کہ عورت میں اور گھر میں نحوست ہے یہ سب غلط باتیں ہیں کسی چیز میں نحوست نہیں ہے۔

فال کی قسمیں اور اُن کا شرعی حکم

فال کی دو قسمیں ہیں، ایک نیک فال، دوسری بدفالی اور بدشگونی اچھی فال لینا تو درست ہے، مثلاً ہم جا رہے ہیں۔ سب سے پہلے ایک نمازی سے ملاقات ہوگئی جس سے ہم یہ اثر لیں کہ اب ہمارا کام بن جائے گا انشاءاللہ، تو اس کی اجازت ہے۔ خود حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا مَا الْفَالُ؟ نیک فال کی کیا صورت ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: اَلْکَلِمَۃُ الصَّالِحَۃُ یَسْمَعُھَا اَحَدُکُمْ متفق علیہ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۹۱ جلد ۲) اچھی اور عمدہ بات تم میں سے کوئی سُنے اور اس سے فال لے مثلاً گم شدہ چیز کو تلاش کرنے والے نے یَا وَاجِدُ (اے پانے والے) سُنا اور اس سے یہ اثر لیا کہ مجھے گم شدہ چیز مل جائے گی۔ تاجر نے 'یا رازق' سُنا اور اس سے یہ اثر لیا کہ میں تجارت میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ سفر کرنے والے نے 'یا سالم' سُنا اور اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ میرا سفر بعافیت ہوگا۔ تو یہ سب نیک فال ہے۔ جو کہ صحیح ہے۔ لیکن بُرا اثر لینے کی اجازت نہیں ہے، یہ بدشگونی ہے یہ کوئی چیز نہیں۔ نیک فال کے صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ:

اِنَّ الْفَالَ وَرَجَاءَ لِلْخَیْرِ مِنَ اللہِ عِنْدَ کُلِّ سَبَبٍ ضَعِیْفٍ اَوْ قَوِیٍّ بِخَلَافِ الطِّیَرَۃِ۔ (شامی صفحہ ۵۵۵ جلد ۱)

نیک فال میں اللہ تعالےٰ سے خیر کی امید اور توقع ہوتی ہے، ہر ایسے سبب سے جو کہ ضعیف ہو یا قوی ہو اور بدشگونی میں معاملہ اس کے برخلاف ہوتا ہے۔

ظاہر ہے کہ اللہ تعالٰی سے خیر کی اُمید ہونا یہ تو مطلوب ہے لیکن اُمید قطع کرکے نااُمید ہونا اور مایوس ہونا یہ بُرا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

نکتہ در مدح فال و ذم تطیر آنست کہ چشم داشت نیکی از جناب الٰہی ونیکی اندیشیدن وامیدوار فضل و رحمت وے بودن بہرحال بہتر ست اگرچہ خطا کند وغلط افتد وقطع رجاء از حق ونا امید شدن وبد اندیشیدن بنقد مذموم ست عقلاً وشرعاً (اشعۃ اللمعات صفحہ ۶۶۳ جلد ۲)

نیک فال کے اچھا ہونے اور بدفالی کے مذموم ہونے کا نکتہ یہ ہے کہ بارگاہِ الٰہی سے اچھی امید رکھنا اور اس کے فضل و رحمت کا امیدوار ہونا ہر حالت میں اچھا ہے اگرچہ معاملہ برعکس ہوجائے اور اللہ تعالٰی سے امید کا منقطع کرلینا اور نااُمید ہوجانا یہ مذموم ہے۔ باعتبار عقل کے بھی اور بلحاظ شرع کے بھی۔

فالِ نیک لینا سُنّت ہے

حدیث میں ہے کہ:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَفَاوَلُ وَلَا یَتَطَیَّرُ وَکَانَ یُحِبُّ الْاِسْمَ الْحَسَنَ۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نیک فال لیا کرتے تھے اور بدشگونی نہیں لیتے تھے اور آپ اچھے ناموں کو پسند فرماتے تھے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۹۲ جلد ۲)

معلوم ہُوا کہ نیک فال لینا پسندیدہ بھی ہے اور سُنّت بھی ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فال نیک گرفتن محمود ست وسُنت وآں حضرت فال نیک بسیار می
گرفت خصوصاً از نامہائے آدمیان وجاہا (اشعۃ اللمعات صفحہ ۶۶۲ جلد ۳)

نیک فال لینا پسندیدہ اور سُنّت ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اچھی فال زیادہ لیتے تھے بالخصوص آدمیوں اور جگہوں کے ناموں سے

چنانچہ حضرت اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی ضرورت کے لیے نکلتے تو آپ اس بات
کو پسند فرماتے کہ "یاراشد" "یا نجیح" کے الفاظ سُنیں۔
اے ہدایت یافتہ اور اے مقصد میں کامیاب شخص (رواہ الترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۲ جلد ۲)

گرہن قدرت خداوندی کی نشانی ہے

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں
سُورج گرہن ہُوا اور اسی دن آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی رحلت ہوگئی۔ تو زمانہ جاہلیت کے طریقہ پر بعض لوگوں کا خیال تھا کہ موت کی
وجہ سے ہُوا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰیَتَانِ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰہِ لَا یَخْسِفَانِ لِمَوْتِ
اَحَدٍ وَّلَا لِحَیٰوتِہٖ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۳۰ جلد ۱)

سُورج اور چاند قدرتِ خداوندی کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں یہ نہ
کسی کے مَرنے کی وجہ سے گرہن ہوتے ہیں اور نہ کسی کے پیدا ہونے کی
وجہ سے ہوتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالےٰ کی حکمت و مصلحت کے موافق ایک
نظام قائم ہے۔ اسی کے ماتحت عبرت اور نصیحت کے لیے ایسا ہوتا ہے۔

بچوں کی وفات والدین کے لیے ذریعہ نجات ہے

تو بہر حال ہر ایک کا ایک وقت مقرر ہے۔ جب کسی کا وقت آجائے تو یہی سوچے کہ اللہ تعالےٰ نے اتنا ہی وقت دیا تھا

حدیث پاک میں ہے۔

مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَتَوَفّٰى لَهُمَا ثَلَاثَةٌ اِلَّا اَدْخَلَهُمَا اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ اِيَّاهَا۔

جن دو مسلمان مرد و عورت کے تین بچے مرجائیں تو اللہ تعالےٰ اپنے فضل و رحمت سے ان دونوں والدین کو جنت میں داخل کرے گا۔

صحابہ رضؓ نے سوال کیا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوِ اثْنَانِ یا رسول اللہ یہ بھی فرما دیجئے کہ یہی خوشخبری ان کے لیے ہے بھی جن کے دو بچوں کی وفات ہوئی ہو۔ آپؐ نے فرمایا اَوِ اثْنَانِ ہاں جن کے دو بچوں کا بھی انتقال ہو جائے ان کے لیے بھی یہی بشارت ہے۔ پھر صحابہ نے سوال کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْ وَاحِدٌ یا رسول اللہ یہ بھی فرمائیے کہ کیا یہی خوشخبری اس شخص کے لیے بھی ہے جس کے ایک بچہ کا انتقال ہو۔ ہاں ایک بچے کے مرنے پر بھی اس کے والدین کے لیے یہ خوش خبری ہے (مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۳ جلد ۱)

ایک موقعہ پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا مَمَّنْ لَمْ یَکُنْ لَهٗ فَرَطٌ مِّنْ اُمَّتِكَ آپ کی اُمّت میں سے اگر کسی شخص کے ایک بچہ کی بھی وفات نہ ہوئی ہو تو اس کے لیے کیا بشارت ہے؟ آپؐ نے فرمایا فَاَنَا فَرَطُ اُمَّتِیْ (رواہ الترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۱ جلد ۱) پھر میں تو اپنی اُمّت کا میر منزل ہوں ہی۔ یعنی میں ان سے پہلے آخرت میں پہنچ کر ان کے لیے

شفاعت کروں گا۔ بچہ کتنی بڑی چیز ہے۔ تو اگر کسی کے بچوں کی رحلت ہو جائے تو یہ اس کے لیے ذریعۂ نجات ہے اور ذریعۂ مغفرت ہے۔

ہر ایک کا حسب حیثیت امتحان ہوتا ہے

بات یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کا معاملہ ہر ایک کے ساتھ یکساں نہیں، بلکہ جیسی حکمت و مصلحت کا تقاضا ہو، اسی کے موافق کسی کے ساتھ کچھ، کسی کے ساتھ کچھ معاملہ فرما کر امتحان لیتے ہیں۔ کسی کو اولاد دی جاتی ہے اسی میں اس کا امتحان ہوتا ہے اور کسی سے اولاد لی جاتی ہے اسی میں اس کا امتحان ہوتا ہے۔ کسی کے یہاں لڑکے ہی لڑکے، کسی کے یہاں لڑکی ہی لڑکی، کسی کے یہاں لڑکے اور لڑکی دونوں اور کسی کے یہاں کچھ بھی نہیں۔ اسی کو قرآن پاک میں فرمایا گیا:

یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ اللہ تعالےٰ جس کو چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں۔ یَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنَاثًا جس کو چاہتے ہیں بیٹیاں ہی بیٹیاں دیتے ہیں۔ وَیَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَ اور جس کو چاہتے ہیں بیٹے ہی بیٹے دیتے ہیں۔ اَوۡ یُزَوِّجُهُمۡ ذُکۡرَانًا وَّاِنَاثًا اور جس کو چاہتے ہیں لڑکے اور لڑکی دونوں ہی دیتے ہیں۔ وَیَجۡعَلُ مَنۡ یَّشَآءُ عَقِیۡمًا اور جس کو چاہتے ہیں بانجھ رکھتے ہیں۔ عقلی طور پر چار صورتیں ہو سکتی تھیں، وہ سب اللہ تعالےٰ کے قبضہ و قدرت میں ہیں۔ تو اب مانگو تو اللہ ہی سے مانگو، اللہ تعالےٰ اپنی حکمت و مصلحت سے جس کو چاہتے ہیں دیتے ہیں۔ لہٰذا اس کے متعلق یہ سمجھیے کہ امانت دی گئی ہے اس کی حفاظت کی جائے۔ اس کی خدمت کی جائے۔ اس کے حقوق ادا کیے جائیں۔

پریشانی و بے چینی کے لیے نافع دُعا

طوطا پالتے ہیں اس کے مرنے کا غم ہوتا ہے۔ بلّی پالتے ہیں اس کے چلے جانے پر بھی اثر ہوتا ہے، جب ایک جانور کی جدائی پر رنج ہوتا ہے تو کسی عزیز یا بچہ کے انتقال پر کتنا صدمہ ہوگا؟ اسی لیے حدیث میں فرمایا گیا کہ مرنے والے کے متعلقین اور اعزہ کی تعزیت کرو اور ان سے تسلّی کے کلمات کہو۔

ایک دُعا ہے جس کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ترمذی شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ اِذَا کَرَبَہٗ اَمْرٌ یَقُوْلُ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ (رواہ الترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۲۱۶ جلد ا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی بے چینی اور پریشانی ہوتی تھی تو آپؐ یہ دُعا پڑھتے تھے "اے وہ ذات جو کہ حقیقی زندہ اور سنبھالنے والی ہے۔ آپ ہی کی رحمت سے فریاد کرتا ہوں"۔ اس کو کثرت سے پڑھنا چاہیے۔ یہ بھی انسان کے لیے باعثِ صبر ہے، نافع ہے، اس سے تسلّی ملا کرے گی۔

حاصلِ کلام

تو بھائی! حاصل یہی ہے کہ ہر ایک کا ایک وقت مقرر ہے، سب کو اپنے وقت پر جانا ہے جس کو جو لمحات ملے ہیں وہ بہت قیمتی ہیں۔ ایک ایک دن کی بڑی قیمت ہے۔ قانونی طور پر تو اکثر انسانوں کی عمر ساٹھ اور ستر کے درمیان ہے لہٰذا جو ساٹھ کے قریب ہیں وہ یہ سمجھیں کہ قانون کے اعتبار سے عمر پوری ہونے والی ہے اور جو ساٹھ سال کے اوپر ہیں ان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ ہم کو ہر سال توسیع مل رہی ہے اور جو ستر کے اوپر ہیں ان کو تو یہ سمجھنا

چاہیے کہ ہم کو تو ہر دن توسیع مل رہی ہے۔ کب بلاوا آجائے کسی کو پتہ نہیں، اس لیے آخرت کی تیاری اور اس کی فکر ہر وقت رکھے۔ ایک کتاب ہے "تسہیلِ شوقِ وطن" اس کو پڑھا جائے اس سے آخرت کے حالات معلوم ہوں گے ہم دُنیا کا سفر کرتے ہیں تو معلومات کرتے ہیں۔ ٹائم ٹیبل اور نظام سفر سے کتنی آسانی ہوجاتی ہے۔ آخرت کا سفر ہم سب کو کرنا ہے، کیا کیا منزلیں پیش آنی ہیں۔ کیا کیا حالات سامنے آنے ہیں۔ ان سب کی معلومات اس سے ہوگی اور آخرت کا ذوق و شوق پیدا ہوگا اور اس کی تیاری کی فکر پیدا ہوگی۔

آخرت کی فِکر کرنی ہے ضرور ۔۔۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور
اور زندگی ایک دن گزرنی ہے ضرور ۔۔۔ اور قبر میں میت اُترنی ہے ضرور

یہ چند باتیں عرض کردیں، اب دُعا کرلی جائے کہ حق تعالے ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اہم نصیحت

جلیل القدر تابعی حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

دُنیا کے لیے اتنی محنت کرو جس قدر دُنیا میں رہنا ہے

اور آخرت کے لیے اتنی محنت کرو جس قدر وہاں رہنا ہے

القول العزیز
نفس کا مارِ سخت جان دیکھ ابھی مرا نہیں
غافل ادھر ہوا نہیں اُس نے اُدھر ڈسا نہیں
سوچ سمجھ کر چل ذرا سہل نہیں ہے راہِ عشق
دیکھ سنبھل کر رکھ قدم چوکا کہ بس گرا نہیں
اے سانپ
مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

القول العزیز

شیطان و نفس دونوں ہیں دشمن ترے مگر
دشمن وہ دور کا ہے یہ دشمن قریب کا
اس مارِ آستیں کا نہ کچلا جو سر تو پھر
منتر ہو کارگر نہ مداوا طبیب کا

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ